## باہمی مشاورت

مکہ سے ہجرت کر کے آئے ہوئے مسلمانوں کو اہل مکہ مدینہ میں بھی چین نہیں لینے دے رہے ہیں۔ مدینہ کے باشندوں۔ انصار۔ کو دھمکیاں دی جارہی ہیں کہ مہاجرین کو اپنے یہاں سے نکال دو ورنہ ہم آکر سب کو مدینہ سے نکال دیں گے ۔ماحول گرم ہوتے ہوتے بالآخر جنگ کا مرحلہ آجاتا ہے۔ حق اور باطل کا پہلا باقاعدہ معرکہ یعنی جنگ بدر۔۔۔اس خطرناک مرحلہ میں بھی معلم انسانیت و مربی اعظم ﷺ براہ راست حکم اور فرمان جاری کرنے کے بجائے اپنے اصحاب سے مشورہ فرمارہے ہیں۔ صحابہ کرام نے مشورہ پیش کیا کہ ہمیں دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے اور مدینہ سے باہر نکل کر کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی ہمت افزائی فرمارہے ہیں۔ مشہور صحابی حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے پر جوش انداز میں کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ جنگ کا فیصلہ کیجئے ہم آپ سے وہ نہیں کہیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا جاؤ اور جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کے مشورہ کا خیر مقدم کیا اور جنگ کے لئے کوچ کا حکم جاری کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے قدم قدم پر مشورہ کیا۔ ابھی میدان جنگ میں پہنچے ہی تھے کہ آپ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا اس جگہ رکنے کا حکم اللہ کی طرف سے ہے یا آپ نے اپنی رائے سے جنگی مصالح کا لحاظ کرتے ہوئے یہ جگہ پسند فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے نہیں بلکہ اپنی رائے سے۔ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ مقام ہرگز مناسب نہیں۔ کنوئیں کے پاس پڑاؤ ڈالئے اور کنوئیں کے پانی پر قبضہ کر لیجئے۔ آپ نے یہ رائے پسند فرمائی۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے کنوئیں سے فائدہ اٹھایا اور کفار پانی نہ پاسکے۔ غزوہ بدر میں اللہ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا اور ۷۰ قیدی ہاتھ لگے۔ اس موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے دی کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ایک ملکہ جس کا نام بلقیس تھا، ملک سبا پر راج کرتی تھی۔ اس کی ممتاز عقل اور فہم و فراست نیز حکمت کی وجہ سے اسے اس کی قوم نے اپنا حاکم بنا رکھا تھا۔ قوم سبا سورج کی پرستش کرتی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک قاصد کے ذریعہ اسے توحید کی دعوت پر مشتمل ایک خط ارسال کیا۔ خط ملنے پر ملکہ سبا نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا اسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ قَالَتْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَؤُا۟ إِنِّىٓ أُلْقِىَ إِلَىَّ كِتَٰبٌ كَرِيمٌ ﴿٢٩﴾ إِنَّهُۥ مِن سُلَيْمَٰنَ وَإِنَّهُۥ بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٣٠﴾ أَلَّا تَعْلُوا۟ عَلَىَّ وَأْتُونِى مُسْلِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَؤُا۟ أَفْتُونِى فِىٓ أَمْرِى مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ ﴿٣٢﴾ ﴾

(النمل: ٢٩ – ٣٢) ترجمہ: ملکہ بولی: اے اہل دربار میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے وہ سلیمان علیہ السلام کی جانب سے ہے اور اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ خط سنا کر ملکہ بولی: اے سردارن قوم میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو میں کسی معاملہ میں تمہارے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتی"۔

اس طرح ملکہ سبا نے اپنی قوم کے دانش مندوں سے مشورہ کیا اور سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ بے شک یہ مشورہ کی برکت اور اللہ کی توفیق تھی۔

## شوری کا مفہوم:

باہمی مشورہ یہ ہے کہ انسان ان لوگوں سے رائے جاننے کی کوشش کرے جو صاحب تجربہ، علم والے اور دانش مند و عقل مند ہوں یہاں تک کہ کسی معاملہ میں جو صحیح پہلو ہے وہ واضح ہو جائے اور جو پہلو غلط اور غیر صحیح ہے وہ سامنے آجائے تاکہ اس سے بچا جا سکے۔

اسلام میں نظام حکومت کی تین بنیادیں ہیں۔ عدل و انصاف، مساوات و برابری اور شوری۔ اسی سے واضح ہوتا ہے کہ شوری کا اسلامی نظام میں کیا مقام و مرتبہ ہے۔ قرآن میں باقاعدہ ایک سورت کا نام ہی سورۃ الشوری ہے۔ شوری کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو شوری کا حکم دیا

ہے۔ فرمایا: ﴿ وَشَاوِرۡهُمۡ فِي ٱلۡأَمۡرِۖ ﴿١٥٩﴾ ﴾ (آل عمران: ١٥٩) ترجمہ: "دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو" باہمی مشورہ کو اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات میں شمار کیا ہے اور اس کا ذکر نماز اور انفاق کے ساتھ کیا ہے۔ فرمایا: ﴿ شُورَىٰ بَيۡنَهُمۡ ﴿٣٨﴾ ﴾(الشوری: ٣٨) ترجمہ: ان کا معاملہ آپسی مشورہ سے طے ہوتا ہے۔

## مشورہ کن امور میں کیا جائے:

وہ معاملات جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول محمد ﷺ کی صریح ہدایات موجود ہوں وہ شوری کے دائرہ سے باہر ہیں کیوں کہ قرآن وحدیث کے حکم کی موجودگی میں کسی کی رائے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ پیش آمدہ مسائل میں اپنے اصحاب سے برابر مشورہ فرماتے رہتے تھے تا آں کہ اللہ کا حکم نہ نازل ہو جائے۔ جب وحی آجاتی تو اسے بلا تاخیر نافذ فرمادیتے۔ حضرت ابو ھریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

## شوری کی فضیلت:

جو شخص دوسروں سے مشورہ کرتا ہے وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اسے خیر و بھلائی کی توفیق ارزانی فرماتا ہے اور معاملہ کی سچائی تک رہنمائی فرماتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَرَادَ أَمْرًا فَشَاوَرَ فِيهِ امْرَأً مُسْلِمًا وَفَّقَهُ اللَّهُ لِأَرْشَدِ أُمُورِهِ» جس نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس کے بارے میں کسی مسلمان بھائی سے مشورہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے صحیح کام کی توفیق عطا کر دیتا ہے۔ (طبرانی) مشاورت ہی عین ہدایت ہے۔ حزم واحتیاط کا دامن اسی سے وابستہ ہے۔ اس سے کارکردگی میں خوبصورتی اور تدبیر وانتظام میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ مشاورت سے انسان دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرتا اور ان کے فہم و فراست سے مستفید ہوتا ہے۔ یہ مشاورت ہی ہے جو انسان کو یک رخا ہونے سے بچاتی اور بے شمار خامیوں کا ازالہ کرتی ہے اور انسان کو راہ حق پر مستقل گامزن رکھتی ہے۔

## استخارہ:

جب انسان اپنے معاملات میں اہل الرائے اور سمجھ دار لوگوں سے مشورہ کرتا ہے تو اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے مشورہ کیا جائے کیونکہ وہی ہدایت کا سرچشمہ اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دینے والا ہے۔ لہذا جب کسی مسلمان کا کام بگڑے اور معاملہ الجھے اور اسے کوئی راہ نہ سجھائی دے تو اسے فوراً اللہ سے رجوع کرنا چاہئے۔ اسی کی تعلیم ہمارے رسول ﷺ نے ہمیں دی ہے۔ اس کے لئے دو رکعت نماز کی نیت کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے مشورہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا مروی ہے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي – أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ – فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي – أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ – فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِي الخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي "

"اے اللہ میں تیرے علم کی مدد سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی مدد سے مقدرت مانگتا ہوں۔ اور تجھ سے ہی تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں، بیشک تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا، اور تو ہی جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ اور تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام ( جس کام کی ضرورت ہو اس کا نام لے) میرے دین، میری زندگی اور انجام کار کے لحاظ سے اس دنیا اور آخرت کے لئے بہتر ہے تو اس کام کو میرے لئے بہتر کر دے اور اس کو میرے لئے آسان بنادے، پھر میرے لئے اس میں برکت عطا کر دے۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین اور زندگی اور انجام کار کے لحاظ سے دنیا اور آخرت کے لئے بدتر ہے تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور میرے لئے بھلائی مہیا کر دے جہاں کہیں ہو پھر تو اس کام کے ساتھ مجھ سے راضی ہو جا"۔ (بخاری)